حقیقی عبادت کا تقاضا ہے کہ انسان محض رضا الٰہی کی خاطر دنیوی تدابیر کو اختیار کرے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ؍اپریل ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁ ❁ ❁

☆ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے عبادت کے تقاضے پورے کرو۔

☆ عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا جب تک دنیوی تدابیر اختیار نہ کریں۔

☆ انسان اپنی قوت اور استعداد کے مطابق صفت علیم سے متصف ہو سکتا ہے۔

☆ ایک حد تک تم اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کر سکتے ہو۔

☆ انسانی فطرت بنیادی طور پر شریف واقع ہوئی ہے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰريٰت:۵۷)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۝ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۝ (البينة:۶)

پھر فرمایا:۔

میں نے پچھلے دو خطبات میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی سچی اور حقیقی عبادت کرے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے بھی اور کامل اور مکمل شریعت لانے والے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھی انسان کو صرف ایک ہی بنیادی حکم دیا اور وہ یہ ہے کہ انسان صرف اس کی عبادت کرے۔

اسلام نے قرآن کریم میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ عبادت کے یہ معنی نہیں کہ انسان دنیا سے علیحدہ ہو جائے اور بظاہر خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے بلکہ حقیقی عبادت کے بہت سے تقاضے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ انسان سب تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ عبادت الٰہی جو ذمہ داریاں انسان پر عائد کرتی ہے ان ذمہ داریوں کو نباہنے والا ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا تھا یہ مضمون مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے فقرہ میں بیان ہوا ہے۔ یعنی صرف عبادت کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ کہہ کر عبادت کا حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کرو اور دین کو اس کے لئے خالص کرو تب عبادت کے تقاضے پورے ہوں گے۔ عبادت کے سات تقاضوں کے متعلق میں پچھلے دو خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔

دین کے آٹھویں معنی تدبیر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکو گے اگر تمہاری تدابیر خالصۃً میرے لئے نہ ہوں۔ اس سے ہمیں پہلی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے

تدابیر کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ تدبیر کو عبادت کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے اور پھر یہ سوچنے یا یہ کہنے کو بُرا سمجھا ہے کہ جو خدا چاہے گا وہ ہو جائے گا جس کا حقیقتاً یہ مطلب ہوتا ہے کہ اگر ہم تدبیر کریں تو پھر ہماری مرضی چلے گی جو خدا چاہے گا وہ نہیں ہوگا۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہم یہ تصور اپنے دماغ میں نہیں لا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تدبیر ضرور کرو ہوگا وہی جو خدا چاہے گا لیکن تم پر یہ فرض ہے کہ تم جائز تدابیر سے کام لو جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی نعمتوں سے کام نہیں لیتا وہ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا اور اس کا کفر کرنے والا ہے اور وہ شرک میں ملوّث ہے تو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن کے اس فقرہ میں دین بمعنی تدبیر یہ مضمون بیان کرتا ہے کہ جائز تدبیر ضرور کرنی ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تم جو بھی تدبیر کرو اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص ہو۔ اسے تم عبادت کا حصہ بناؤ۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے کمال پر پہنچنے کی وجہ سے (اگر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن پر عمل کیا جائے) تو ہر دنیوی تدبیر کو عبادت کا رنگ دے دیتا ہے۔

ایک شخص اپنے گھر کے کمروں میں روشندان بناتا ہے وہ یہ نیت بھی کر سکتا ہے کہ ہوا آئے گی، روشنی آئے گی، دھوپ آئے گی مجھے اور دنیوی فائدہ حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس نیت کی بجائے یہ نیت کرو کہ کان میں اذان کی آواز آئے گی۔ وقت پر با جماعت نماز کے لئے پہنچ جاؤں گا تو یہ اس روشن دان کی تدبیر اخلاص کے اس پہلو کی وجہ سے عبادت بن جائے گی۔ روشن دان اسی طرح دھوپ دے گا کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ گرم اور گندی ہوا اسی طرح باہر نکل جائے گی۔ روشنی بھی اسی طرح آئے گی لیکن یہ تدبیر عبادت بن جائے گی کیونکہ تم نے نیت یہ کی کہ اذان کی آواز سننے کے لئے میں نے ایک راستہ رکھا ہے۔ انسان کے محبت کے تعلقات طبعی طور پر بعض دوسرے انسانوں سے ہوتے ہیں، بیوی سے، بچوں سے، بھائی بہنوں سے، بڑے گہرے دوستوں سے محبت اور اخوت کا تعلق ہوتا ہے۔ یہ تعلق سارے انسان ہی ایک دوسرے سے قائم کرتے ہیں لیکن جو سچا اور حقیقی عبد نہیں، حقیقی مسلمان نہیں وہ ان تعلقات کو محض ایک دنیوی تدبیر سمجھتا ہے۔ بیوی کو خوش کرنے کیلئے وہ بہت سی باتیں کرتا ہے۔ وہ چھوٹی عمر کے بچوں کو خوش کرنے، ان کو بہلانے اور انہیں کھیل کود میں مصروف رکھنے کیلئے بہت سی باتیں کرتا ہے۔

ایک بادشاہ کا قصہ مشہور ہے ایک دن وزیر اس کے کمرہ میں آیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بادشاہ

کا بیٹا اس کی پیٹھ پر سوار ہے اور وہ گھوڑا بنا ہوا ہے۔ (ہمارے ملک میں بھی بچوں میں یہ رواج ہے کہ ایک گھوڑا بن جاتا ہے اور دوسرا سوار) وہ انسان تھا بادشاہ ہوا تو کیا۔ اس کے دل میں وہی جذبات تھے وہ اپنے بچے کو کھیل میں مصروف رکھنا چاہتا تھا۔

غرض اپنے بچے کے لئے گھوڑا بننا عبادت بھی ہو سکتی ہے اگر نیت یہ ہو کہ میں اپنی اولاد کے دل میں ان کی چھوٹی عمر میں ہی یہ بات گاڑ دینا چاہتا ہوں کہ میرے اندر کوئی خوبی نہیں۔ میں خدا کا ایک عاجز انسان ہوں۔ کسی برتری کا احساس اس کے اندر نہ ہو۔ اس نیت کے ساتھ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہو۔ تو وہ عبادت بن جائے گی۔ گھوڑا بننا بھی خدا تعالیٰ کو بڑا پیارا لگے گا لیکن خلوص نیت ہونا چاہئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ کے بچے آپ کے پاس آتے تھے تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور کھڑے ہو کر ملتے تھے۔ اب ایک ایسا وجود (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ساری دنیا اس کے دروازے پر کھڑے رہنے میں فخر محسوس کرے لیکن اس کی بے نفسی خدا کے لئے تھی اور یہ سبق سکھانے کے لئے تھی کہ اگر میں تمہیں کھڑے ہو کر ملتا ہوں تو پھر وہ کونسی ہستی ہے کہ اس کے پاس کوئی ملنے کے لئے آئے اور وہ اس سے کھڑے ہو کر نہ ملے تو عاجزانہ راہوں کی نشاندہی کے لئے جو بزرگ اس قسم کے کام کرتے ہیں وہ محض دنیوی محبت نہیں ہوتی بلکہ خدا کے لئے اپنے دین کو، اپنی تدبیر کو وہ خالص کر رہے ہوتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہیں ایک راستہ ایسا بتاتے ہیں کہ تم تمام جائز دنیوی تدابیر کو دینی رنگ دے سکتے ہو اور میری رضا کو ان کے ذریعہ سے حاصل کر سکتے ہو لیکن جو شخص تدبیر میں خلوص نیت کے تقاضا کو پورا نہیں کرتا وہ خدا کو راضی نہیں کر سکتا ہر کام میں مقصد یہ ہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ کام کرنا ہے نکّما نہیں بیٹھنا لیکن کام اس نیت سے کرنا ہے کہ میں خدا کو راضی کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ مجھے نیچے پھیلا ہوا ہاتھ پسند نہیں جو ہاتھ اوپر ہے یعنی دینے والا ہاتھ وہ مجھے پسند ہے جو منگتا ہاتھ ہے وہ مجھے پسند نہیں۔

ایک شخص ایک کلہاڑی اور رسی لیتا ہے اس کے مخلص دوست اسے ہر چیز مفت دینے کو تیار ہیں لیکن وہ کہتا ہے نہیں مجھے ایک کلہاڑی اور ایک رسی مہیا کر دیں اور وہ بھی مفت نہیں لوں گا بطور قرض دے دیں کیونکہ مجھے قرض کی ضرورت ہے۔ میں خود کماؤں گا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوں گا۔ اس کا لکڑیاں کاٹنا اور

ان کا گٹھا بنا کے بازار میں لے جا کر بیچنا یہ ایک عام تدبیر نہیں جو محض دنیا کے لئے اور پیٹ کی خاطر کی جاتی ہے بلکہ یہ ایک ایسی تدبیر ہے کہ اس کے بجالانے میں ہر حرکت وسکون خدا کو بڑا پیارا ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے جن لوگوں نے خدا کی رضا کے لئے قرض لے کر ایک رسّی کا ٹکڑا اور کلہاڑی لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں لا ڈالے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے رزق کمانے میں خدا کے لئے خلوص نیت کا جو مظاہرہ کیا تھا وہ خدا تعالیٰ کو کتنا پیارا لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کی اور کہا کہ رزق کی کمائی میں تم نے اپنی تدبیر کو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن کی روشنی میں کیا ہے۔ مجھے تمہاری یہ تدبیر پسند آئی ہے۔ قیصر وکسریٰ نے تو جائز اور ناجائز وسائل سے دولت کو جمع کیا تھا لیکن میں جائز طریق پر وہ ساری دولت لا کر تمہارے قدموں پر رکھ دیتا ہوں۔

پس عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا جب تک انسان دنیوی تدابیر نہ کرے۔

تدبیر کرنا ضروری ہے لیکن جب کوئی تدبیر کرے تو دنیا کی خاطر نہ کرے بلکہ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن کی روشنی میں کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی تدبیر کسی دوسرے انسان کے خلاف نہیں ہوگی۔ کوئی تدبیر کسی انسان کو بے عزت کرنے کیلئے نہیں ہوگی۔ کوئی تدبیر کسی انسان کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے نہیں ہوگی کہ جو حفاظت اللہ نے اسے دی ہے۔ اس حفاظت کو وہ توڑنے والی ہو۔ میں اس وقت زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ سینکڑوں باتیں ہیں جن کا قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اُسوہ سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کے گروہ کی کوئی تدبیر ایسی نہیں ہوتی جس کے متعلق ہم کہہ سکیں کہ وہ معاشرے میں فساد پیدا کرنے والی، حقوق تلف کرنے والی، اتہام لگانے والی، جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی وغیرہ ہو ایسی کوئی تدبیر نہیں ہوگی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تدبیر کرو مگر مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن ہو کر کرو۔ پھر کوئی تدبیر ایسی نہیں ہوگی جس میں شرک کی ملاوٹ ہو۔ پھر جس نے اپنی تدبیر خدا کی رضا کے لئے کی وہ اس تدبیر پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔ اس کی تدبیر اگر ناکام ہو جائے تو وہ خدا سے کوئی شکوہ نہیں کرسکتا۔ اگر اس کی تدبیر کے نتیجہ میں کسی کو دکھ پہنچ جائے تو اس سے وہ خوش نہیں ہوسکتا۔ بعض دفعہ انسان کا ارادہ کسی کو دکھ پہنچانے کا نہیں ہوتا لیکن ناسمجھی کی وجہ سے یا لاعلمی کی وجہ سے کوئی ایسی تدبیر کرتا ہے جس سے کسی اور کو دکھ پہنچ جاتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ شخص خوش نہیں ہوتا بلکہ انتہائی طور پر رنجیدہ ہوتا ہے۔ دلی جذبات کے ساتھ اس سے معذرت کرتا اور اس سے معافی مانگتا

ہے کہ میں نے تو کبھی ارادہ نہیں کیا تھا کہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ اپنی سوچ کے مطابق ایک جائز تدبیر کی تھی مجھے افسوس ہے کہ آپ کو نقصان پہنچ گیا۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر تدابیر مُخۡلِصِیۡنَ لَـهُ الـدِّیۡنَ کی ہدایت کے ماتحت ہوں تو ہر شخص دوسرے کا خادم بن جاتا ہے کسی شخص کو دوسرے سے خطرہ نہیں رہتا۔ امن کا ایک ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جاتا ہے کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ اتنی اعلیٰ اور احسان کرنے والی تعلیم دی ہے کہ صرف میری عبادت کرو۔ عبادت کے حقوق ادا کرو۔ ان میں سے ایک یہ حق ہے کہ تمہاری کوئی تدبیر ایسی نہ ہو جس میں اللہ کے لئے خلوص نیت نہ ہو۔

دین کے نویں معنی حساب یا محاسبہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی عبادت کا قیام محاسبہ کا تقاضا کرتا ہے۔ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ کے مطابق محاسبہ کے طریق کو اختیار کئے بغیر انسان حقیقی عبادت کر نہیں سکتے۔ ایک تو محاسبہ نفس ہے انسان اپنے نفس کا حساب لیتا ہے اور اسے لینا چاہئے اور محاسبہ کے نتیجہ میں اسے علی وجہ البصیرت علم حاصل ہوتا ہے یعنی اس کا علم ظنی نہیں ہوتا بلکہ یقینی ہوتا ہے ہم دن رات اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں رات کیسے گزری دن کیسے گزرا۔ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ میں جن دیگر تقاضوں کا ذکر ہے وہ ہم نے پورے کئے ہیں یا نہیں۔ اس طرح آدمی سوچتا ہے تو اس کی غلطیاں سامنے آتی ہیں۔ پھر وہ ان کو دور کرتا ہے کسی کو تکلیف پہنچائی ہوتی ہے تو اس کا تدارک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم عبادت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو خلوص نیت کے ساتھ تمہیں محاسبہ کرنا پڑے گا۔

پھر قرآن کریم کے دوسرے مقامات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اُسوہ سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اس حساب یا اس محاسبہ کے کیا کیا تقاضے ہیں اس کی آگے بڑی لمبی تفصیل آجاتی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اس ذمہ داری کے نتیجہ میں یقینی علم حاصل کرنا پڑتا ہے اور یقینی علم حاصل کرنے سے ظن اور محض ڈھکوسلہ باقی نہیں رہتا۔ ہم اس کے لئے جو موٹا استدلال کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں وہ دل کے پوشیدہ خیالات سے بھی واقف ہے۔ انسان خود اپنے اعمال اور خیالات کو بھول جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بھولتا۔ وہ اس کے سامنے ہوتے ہیں انسان اپنے نفس کا اپنے خیالات کا اپنے فکر اور تدبیر کا بسا اوقات یقینی علم نہیں رکھتا۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے اعمال بھی حافظہ سے نکل جاتے ہیں۔ مثلاً آپ میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ آج

سے دس دن پہلے دوپہر کے وقت تم نے کیا کھایا تو میرے خیال میں کوئی بھی صحیح جواب نہیں دے سکے گا۔ غرض ہم اپنے عمل بھی یاد نہیں رکھتے ہمارے دل میں جو خیالات آتے ہیں، وساوس پیدا ہوتے ہیں یا ہوائے نفس جو ذلیل خواہشات پیدا کرتا ہے وہ ہمیں بھول جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو تو نہیں بھولتے کیونکہ وہ وہ ہستی ہے جس کا علم کامل ہے، جس کے علم نے ہر شئی کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس علم کامل کی بناء پر وہ محاسبہ کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان نے محاسبہ کرنا ہو تو جہاں تک اس کے بس میں ہو وہ یقینی علم پر قائم ہو اس کے بغیر محاسبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ اپنے نفس کا نہ غیر کا تو اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن کو ایسا بنایا ہے کہ وہ جو چیز یاد رکھنا چاہے اور اس کی طرف توجہ کرے کہ میں یہ چیز نہیں بھولوں گا وہ چیز نہیں بھولتا باقی چیزیں بھول جاتا ہے۔ خواب میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے میں خواب دیکھ رہا تھا ایک بڑی مُسَجَّع اور مُقَفّٰی عبارت چھوٹے چھوٹے فقروں میں ہے جو کسی جماعت کی تعریف میں کہے گئے ہیں اور میں اونچی آواز سے پڑھ کر سنا رہا ہوں اور مجھے بڑا لطف آ رہا ہے کیونکہ وہ ساری عبارت بہت عجیب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ الٰہی تصرف نے لکھوائی ہے جس سے بھی لکھوائی ہے خواب میں یہ خیال نہیں کہ یہ کس نے لکھی ہے جسے میں پڑھ کر سنا رہا ہوں کچھ لوگ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جو اس کے مخاطب ہیں اور جس وقت میں اس فقرہ پر پہنچا ’’تمہارا دامنِ فخر تہی ہے‘‘ تو خواب میں ہی میں نے کہا یہ بڑا لطیف فقرہ ہے میں اسے نہیں بھولوں گا اور جب میری آنکھ کھلی تو میں باقی سارے فقرے بھول گیا تھا لیکن یہ فقرہ نہیں بھولا۔ میں نے اسی وقت اسے لکھ لیا یعنی تمہارے دامن میں فخر ومباہات سے کوئی چیز نہیں ہے فخر و مباہات سے تم بالکل پاک ہو۔

غرض انسان کا ذہن اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ اگر وہ توجہ کرے اور ارادہ کرے تو وہ چیزیں نہیں بھولتا۔ تو اس مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں جو یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ تم نے بہت سے محاسبے کرنے ہیں اس میں یہ بھی تقاضا ہے کہ وہ باتیں جن کو محاسبہ کے ساتھ تعلق ہو ان کی طرف تمہیں توجہ دینی پڑے گی اور ارادہ کرنا پڑے گا کہ تم ان کو یاد رکھو۔

ہم گھر میں اپنے بچوں کا محاسبہ کرتے ہیں لیکن بعض ماں باپ اپنے بچوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے جب انہیں کوئی غیر آ کر کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے بچے کو بُری صحبت کی وجہ سے گندی گالی دینے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اب غیر نے تو سن لیا اس کی اس طرف

توجہ ہوگئی لیکن اس کا باپ بڑے آرام سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے تو کبھی اس کے منہ سے گالی نہیں سنی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری جو ذمہ داری حساب کی تھی، محاسبہ کی تھی جس کے بغیر قرآنی تعلیم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی سچی اور حقیقی عبادت نہیں ہوسکتی تم نے اس کے تقاضے کو پورا نہیں کیا اور خود کو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:۳) پر عمل کرنے کا اہل نہیں بنایا۔

میں بتا رہا تھا کہ اصل تو اللہ تعالیٰ کا محاسبہ ہے کیونکہ ہر چیز کا اس نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس کے محاسبہ کے متعلق احادیث میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ حدیث میں ہے مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ اور مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ عُذِّبَ (مختلف روایتیں ہیں) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے جس کا حساب لینا شروع کر دیا وہ سمجھ لے کہ اس کو سزا مل گئی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جن کو معاف کر دیتا ہے ان کو کہہ دیتا ہے کہ جاؤ تم سے نہیں پوچھتے۔ اس کے علم سے تو ایسے شخص کی کمزوریاں چھپی ہوئی نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کو پورا علم ہوتا ہے کہ اس نے یہ گناہ کئے اور یہ غفلتیں اور یہ کوتاہیاں کیں۔ جو ذمہ داریاں نباہنی چاہئیں تھیں نہیں نباہیں لیکن اس کی رحمت اپنے بندے کے لئے جوش میں آتی ہے وہ کہتا ہے کہ تم نے بعض ایسے کام بھی کئے جن سے میں تم سے خوش ہوا۔ جاؤ کوئی حساب نہیں۔

پس اس حدیث کی رُو سے قیامت والے دن جس کا اللہ تعالیٰ نے حساب لینا شروع کر دیا وہ ہلاک ہوگیا۔ حساب کی تو اسے ضرورت نہیں اس کا تو علم کامل ہے۔ خدا تعالیٰ دوسروں کو بتانا چاہتا ہے کہ میں اس کو پکڑ رہا ہوں اس کی گرفت کر رہا ہوں۔

صفت علیم کا ایک مظاہرہ ہے انسان علام الغیوب تو نہیں بن سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اسے غیب کا کچھ علم دے دے لیکن انسان اپنی قوت اور استعداد کے مطابق خدا تعالیٰ کی صفت علیم سے متصف ہوسکتا ہے پوری طرح تو کوئی بھی علیم نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کا دنیا میں کوئی مثیل نہیں ہے اس کی ہستی بے نظیر ہے۔ وہ اَحَدٌ ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کہ ایک حد تک تم اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کر سکتے ہو اور تمہیں پیدا کرنی چاہئے تو اس کی صفت علیم بھی ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے ورنہ ہم یہ ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے نباہنے کے پھر آگے طریق ہیں لیکن انسان کے علم میں ہونا چاہئے۔ مثلاً بچے کی اچھی بُری عادتیں علم میں ہونی چاہئیں بعض ماں باپ بچے پر بڑی سختی کرتے ہیں۔ وہ ان سے اپنی عادتیں چھپانے لگ جاتا ہے اور یہ اس کے لئے ہلاکت کا

باعث بن جاتا ہے۔ باپ کو تو دراصل بچوں کا گھوڑا ہی بننا چاہئے۔اس کی ساری ذمہ داری جو اُٹھانی ہے۔جس بچے کے ساتھ باپ اس قسم کا بے تکلف ماحول پیدا کرے گا جس طرح بادشاہ نے پیدا کیا تھا کہ اپنے بچے کو پیٹھ پر بٹھالیا اور کمرے میں دوڑ رہے ہیں۔اس صورت میں بچہ کوئی چیز نہیں چھپائے گا اور جب ظاہر کرے گا تب ہی تو وہ اس کا حساب بھی لے سکے گا نا! یعنی محاسبہ کر سکے گا کہ یہ اس کے اندر بُری چیز ہے اس کو اب روکنا چاہئے۔ یہ اس کے اندر اچھی چیز ہے لیکن ابھی پوری طرح نمایاں نہیں ہوئی اس لئے اس کو اُجاگر کرنے کے لئے اسے کوشش کرنی چاہئے۔

پھر اور ہزار قسم کے محاسبے ہیں۔محاسبہ حکومت بھی کرتی ہے یہ تو اس کی ذمہ داری ہے لیکن كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مُسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری کتاب الوصایا باب تاویل قوله من بعد وصية يوصى بها ۔الخ) راعی بننے کیلئے محاسبہ کرنے کی صفت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے جس کے لئے علیم ہونا بڑا ضروری ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ

”محتسب را درون خانہ چہ کار“

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو درون خانہ نہیں ہے وہ چیز اس کے علم میں آنی چاہئے ورنہ تو وہ اپنا کام نہیں کر سکتا لیکن جو درون خانہ ہی محتسب ہے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے وہ ماں باپ ہیں ان کو اپنے گھر کے پورے ماحول کا علم ہونا چاہئے تاکہ کسی گند کا دروازہ ان کے گھر میں نہ کھلے۔

پس عبادت کا یہ تقاضا ہزار قسم کی ذمہ داریاں ہم پر ڈالتا ہے کہ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی رو سے حساب اور محاسبہ اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہونا چاہئے۔اس طرف بھی ہمیں بڑی توجہ دینی چاہئے۔جیسا کہ میں نے بتایا کہ تربیت محاسبہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔مثلاً ہم نے خدام الاحمدیہ کی تنظیم میں دیکھا ہے ہم نوجوانوں کی تربیت کرتے ہیں کہ وہ قرآن پڑھیں۔ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ بنی نوع انسان کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ایک قائد اپنے تیس، چالیس یا پچاس،سَو خدام کا محاسبہ کرتا ہے ایک دوسرا خادم ہے وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔اس کو پتہ نہیں میں نے ان نوجوانوں سے کام کیسے لینا ہے۔نہ ان کی عادات سے واقف، نہ ان کی استعداد سے واقف ہے تو محاسبہ کس طرح کر سکتا ہے۔محاسبہ تو علم کے بغیر نہیں ہوسکتا تو جس حد تک انسان کے لئے دائرہ حساب کے اندر معلومات کا حصول ممکن ہو اس حد تک اسے ضرور معلومات حاصل کر لینی چاہئیں۔اس کے بغیر وہ ذمہ داری کو ادا نہیں کر سکتا۔اس کا مطلب یہ

ہے کہ قائد یا سائق یا زعیم کا خدام سے ذاتی تعلق ہونا چاہئے۔اس کے بغیر مُخلِصِینَ لَہُ الدِّیْنَ میں جس محاسبہ کا تقاضا کیا گیا ہے وہ پورا نہیں ہوسکتا۔قادیان کی بات ہے ہم نے بظاہر ایک باغی دماغ رکھنے والے نوجوان کا محاسبہ کیا۔کسی کام میں بھی وہ حصہ نہیں لیتا تھا۔ بغاوت کرتا تھا کوئی بات نہیں مانتا تھا۔ پہلے میں نے سائق سے کہا کہ تم اس کو سمجھاؤ۔اس طرح اس کی اصلاح کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ پھر محلّہ میں ہمارے دوسرے مہتممین نے اس کی اصلاح کی کوشش کی۔کسی مرحلے پر بھی وہ بغاوت چھوڑنے پر تیار نہ ہوا آخر میں نے اس کو بلایا۔ مجھے اس وقت تک اس کے متعلق ذاتی علم نہیں تھا میں نے سوچا کہ مجھے اس کی طبیعت،فطرت،ضرورت اور باغیانہ خیالات کی وجہ (یعنی نظام خدام الاحمدیہ سے بغاوت میری مراد ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسلام سے بھی بغاوت کیونکہ وہ نمازوں کی طرف بھی توجہ نہیں دے رہا تھا اللہ تعالیٰ کا بھی باغی بن گیا تھا) کا علم ہونا چاہئے اس کے بغیر میں اس کی اصلاح کیسے کرسکوں گا۔ چنانچہ میں نے بڑے آرام سے بڑے پیار سے اس سے باتیں کرنی شروع کیں۔اس کے چہرے سے پتہ لگتا تھا کہ اس کی طبیعت میں بڑا اتناؤ ہے۔کوئی ایک گھنٹہ تک اس سے باتیں کرنے سے میں سمجھ گیا کہ بیماری کیا ہے؟ دراصل اس کی بیماری کی جڑھ اپنے باپ کے خلاف جائز یا ناجائز شکایت کی بنا پر بغاوت تھی کہ باپ محبت نہیں رکھتا۔ میرے حقوق ادا نہیں کرتے۔ جب مجھے یہ پتہ لگا تو بجائے اس کے کہ جو چھ مہینے سے اس کے خلاف کیس بنا ہوا تھا کہ اس کو سوٹیاں لگنی چاہئیں میں نے یہ فیصلہ بدل دیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس کو کچھ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس کی اصلاح مدِنظر ہے۔سوٹیاں کھا کے تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں نے اس کو کہا کہ دیکھو میں تم سے عمر میں زیادہ بڑا نہیں ہوں۔تمہارے باپ جتنا نہیں ہوں لیکن تم سمجھو کہ آج سے میں تمہارا باپ ہوں تمہیں کوئی شکایت،کوئی دُکھ ہو،کوئی تکلیف ہو تم میرے پاس آؤ جس حد تک مجھے طاقت ہوگی، میرے امکان میں ہوگا میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں تمہاری شکایت دُور کرنے کی کوشش کروں گا۔وہ وہاں سے اُٹھا ساری بغاوتیں دور ہوگئیں۔تعاون کرنے لگ گیا۔

غرض جب تک علم نہ ہو آپ محاسبہ کے تقاضے پورے نہیں کرسکتے آپ اس نوجوان کا محاسبہ کرتے تو غلط نتیجہ پر پہنچ جاتے۔ بہت سے انسان بدقسمتی سے ٹوٹ جاتے ہیں کیونکہ ان کے خلاف غلط محاسبہ ہوتا ہے۔قرآن کریم نے جب یہ کہا کہ کسی کو سزا یا معافی دینے کا فیصلہ اس کی اصلاح کو مدِنظر رکھ کر کرنا ہے تو ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ پہلے اس کی طبیعت سے واقفیت حاصل کرو کہ اگر تمہیں پتہ ہی نہیں کہ وہ شخص کس

طبیعت اور مزاج کا ہے تو تمہیں یہ کیسے پتہ لگے گا کہ معافی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے یا سزا دینے سے اصلاح ہو سکتی ہے اور یہ حکم بھی دراصل اسی محاسبہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کہ صحیح علم کے بغیر وہ محاسبہ نہیں ہو سکتا جس کا مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کا قرآنی فقرہ ہم سے تقاضا کرتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت کے لئے تم پیدا ہوئے ہو اور یہ تمہیں کرنی چاہئے لیکن اگر تم حقیقی اور سچی عبادت کرنا چاہتے ہو تو تمہیں میرے لئے دین کو خالص کرنا ہوگا اور میری رضا کے لئے محاسبہ کے میدان میں ہر قدم اُٹھانا پڑے گا۔ تمہارا جو قدم میری رضا کے لئے نہیں ہوگا وہ ہلاکت کی طرف، وہ دوزخ کی طرف، میری ناراضگی کی طرف لے جانے والا ہوگا۔ اس کے لئے محاسبہ کے میدان میں سزا یا معافی دیتے وقت اس شخص کا اس کے ماحول کا صحیح علم رکھنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا میں بڑے فسادات اسی وجہ سے آج پیدا ہو رہے ہیں۔ اٹلی میں اور بعض دوسرے ممالک میں طالب علموں نے ہنگامے کئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے ان طلباء کے جو راعی ہیں اور جو ان کی تعلیم، اخلاق اور تربیت کے ذمہ دار ہیں وہ علم کے بغیر قدم اُٹھاتے ہیں اور مشفقانہ اصلاح کی بجائے غلط طریق پر غصہ نکالتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ان کو عقل سے، پیار سے سمجھائیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ پھر بھی شیطان کی گود میں بیٹھنا ہی پسند کریں گے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ انسانی فطرت بنیادی طور پر شریف واقع ہوئی ہے لیکن آج کا انسان انسانیت سے بھی دور جا چکا ہے مذہب تو بعد کی بات ہے پہلے تو ایسے لوگوں کو ہم نے انسان بنانا ہے پھر اس کے بعد خدا اور رسول کی باتیں ان کو سنائی جائیں گی۔ جو شخص فطرت کے مسخ ہو جانے کے نتیجہ میں انسان کی بجائے گدھے اور بھیڑیے کے اخلاق اپنے اندر رکھتا ہے اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کو انسان بنایا جائے، پھر انسان سے روحانی انسان، خدا رسیدہ انسان، اللہ کا پیارا اور محبوب انسان بنایا جا سکتا ہے لیکن جو اپنے اخلاق و اطوار میں انسان ہی نہیں مذہب اس کے لئے کیا کر سکتا ہے اور مذہب کا حسن یعنی اسلام کا (میرے نزدیک اس وقت سچا مذہب اسلام ہی ہے) حسن اور اسلام کے احسان کو وہ سمجھ ہی کیسے سکتا ہے پہلے لوگوں کو انسان بنانا چاہئے۔ انسانی اقدار پیدا کرنے کی جن لوگوں پر ذمہ داری ہے وہ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے اور انسانیت دن بدن حیوانیت کی طرف دھکیلی جا رہی ہے اور کسی کو اس کی فکر نہیں۔ آپ کو اس کی فکر ہونی چاہئے۔ یہ سوچنا چاہئے کہ وہ مخلوق جسے اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا تھا وہ حیوانیت کی طرف کیوں مائل ہو رہی ہے اور ان کو واپس انسان بنانے کیلئے ہمیں کیا

کوششیں کرنی چاہئیں۔ پھر آپ میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ کتنی بڑی ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر عائد ہوتی ہیں پہلے ان کو انسان کے دائرہ کے اندر لائیں گے پھر ان کو کہیں گے کہ دیکھو انسان کی روحانی، جسمانی، اخلاقی، دینی اور دنیوی ترقیات کے لئے اسلام نے تمہارے ہاتھ میں کتنی حسین تعلیم دی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر کتنا بڑا احسان کیا ہے لیکن جب تک ان کے اندر ایک گدھے کی یا ایک بھیڑیئے کی یا ایک سانپ کی یا ایک بچھو کی خاصیت رہتی ہے وہ آپ کی بات سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پاگل ہوگئے ہیں جو ہمارے پاس یہ تعلیم لے کر آ گئے ہیں۔

پس ضروری ہے کہ پہلے ان کو انسان بنایا جائے اور جن پر انسان بنانے کی ذمہ داری ہے وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے، وہ محاسبے کی ذمہ داریوں کو نہیں نباہتے۔ ہم مسلمان احمدیوں کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے مختلف معانی کے لحاظ سے جتنی ذمہ داریاں ڈالی ہیں ہم ان پر غور کرتے رہیں اور ان کو نباہنے کی کوشش کرتے رہیں۔ دو اور ذمہ داریاں ہیں وہ انشاء اللہ اگلے خطبہ میں بیان ہو جائیں گی۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶؍جون ۱۹۶۹ء صفحہ ۱ تا ۶)

☆......☆......☆